مولانا محمد مغیرہ

چناب نگر میں ایک قادیانی مبلغ سے میری پہلی ملاقات

دو سال پہلے کی بات ہے، میں اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کے مرکز مسجد احرار میں اپنی ذمہ داریوں میں مشغول تھا۔ گرمیوں میں جمعہ کے دن تقریباً آٹھ بجے، مدرسہ کے بچوں نے مجھے کہا کہ باہر دروازہ پر دو آدمی موٹر سائیکل سوار آپ کو بلا رہے ہیں جس پر میں نے بچوں سے کہا کہ انہیں کہو اندر آجائیں۔ میرا یہ پیغام لیکر ایک بچہ گیٹ کی طرف دوڑا کہ مجھے کسی نے کہا یہ تو مرزائی معلوم ہوتے ہیں۔ میں پہلے ہی بازار سے سبزی لینے کی غرض سے تیار تھا۔ یہ سنتے ہی کہ مرزائی محسوس ہوتے ہیں۔ موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے گیٹ کی طرف چل دیا۔ میرا یہ خیال تھا کہ کسی آدمی کا پوچھتے ہوں گے ان کا ہم سے کیا کام، نہ لین نہ دین۔ میرا موٹر سائیکل چند قدم گیٹ کی طرف چلا ہی تھا کہ بچے کے ذریعہ اندر آنے کا پیغام سن کر دونوں مرزائی موٹر سائیکل سوار مسجد کے بالکل قریب آگئے۔ آتے دیکھ کر میں نے موٹر سائیکل روکا رسمی تعارف کے بعد ان کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ہومیوپیتھک ادویات ہیں۔ ادھر بستی میں تقسیم کرنے کی غرض سے آئے تھے تو مدرسہ کے بچوں کو دیکھ کر خیال ہوا کہ اگر مدرسہ والوں کو طلبہ کے لیے ضرورت ہو تو ادویات پیش کر دیتے ہیں۔ جس پر میں نے نہایت ہی اچھے انداز سے انکار کر دیا کہ ہمارے پاس طلبہ کی عمومی ضرورت کے لیے ادویات موجود ہیں، ہمیں ضرورت نہیں۔ مگر محسوس ہوا کہ ادویات کا بہانہ بنا کر کسی اور غرض سے آئے تھے۔ میں نے ابھی ادویات کے وصول کرنے سے انکار کیا ہی تھا کہ اس نے بڑے پھرتیلے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے چالاکی سے بات کر دی کہ جی اگر آپ مناسب جانیں تو باہمی نزاعی مسائل پر افہام و تفہیم کے ساتھ بات کر لیں ہو سکتا ہے ہم آپ کو یا آپ ہمیں سمجھانے میں کامیاب ہو جائیں اور ہمارا بھلا ہو جائے۔ ہم نے بھی مرنا ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ کوئی اچھا آدمی مل جائے جو اچھے انداز سے بات سمجھا دے۔ الفاظ بڑے پر فریب تھے اور میری کسی مرزائی سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ میں نے کہا آپ کس مسئلہ پر گفتگو کرنا پسند کریں گے۔

حیات و وفات مسیح، اجراء نبوت، مرزا صاحب کے سچے جھوٹے ہونے پر، یہ تین مضمون ہیں باہمی نزاعی جو زیادہ مشہور ہیں۔ وہ جھٹ بولا کہ ہماری خواہش ہے کہ ایسی گفتگو ہو جو ہماری زندگی کی مثالی گفتگو ہو۔ مرزا صاحب کو آپ برا کہیں گے ہم آپ سے الجھ پڑیں گے بہتر ہے ایسا موضوع جس کا سارا تعلق قرآن و حدیث سے ہو جن کی حقانیت کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی۔ اس لئے بہتر ہے اب حیات و وفات مسیح پر گفتگو کر لیں پھر کبھی اجراء نبوت پر گفتگو کر لیں گے۔ میں نے کہا جائیں تیاری کر کے آجائیں آج جمعہ ہے میں بھی معروف ہوں مگر انہوں نے کہا کہ ہم تیار ہیں آپ مہربانی فرما کر آج ہی موقع دیں۔ زندگی کا کوئی پتہ نہیں ہم کافر نہ مریں یہ واقعی الفاظ نہایت ہی پر فریب تھے۔ مگر چونکہ میں ایک عرصہ

سے اس موقع کا متلاشی تھا اسے غنیمت جانتے ہوئے دفتر میں انہیں بٹھانے کا انتظام کیا وضو کر کے قرآن پاک ہاتھ میں لیا اللہ سے دعا کی۔ دفتر میں انکے پاس آ بیٹھا۔ انہوں نے بڑی بے تکلیفی سے ایک بات کر دی۔ ہم علماء سے گفتگو کرتے ہیں تو علماء برا بھلا کہتے ہیں جس سے گفتگو بے مزہ ہو جاتی اور ختم کرنا پڑتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ گالی تو کیا ہم ان شاء اللہ گفتگو میں بھی تلخی نہیں آنے دیں گے۔ ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ آپ یہ بھی مہربانی فرمائیں کہ کوئی بات مرزا صاحب کی جو آپ کے خیال میں آپ کی تائید میں ہو پیش نہ کریں۔ گویا یہ شرط بےحد نقصان دہ تھی اور غیر مناسب بھی مگر میں نے ان کی اس بات کو بھی بخوشی قبول کر لیا۔ وہ کہنے لگا کہ چونکہ میں زیادہ عالم نہیں ہوں صرف کچھ نہ کچھ قرآن کا ترجمہ جانتا ہوں اس لئے آپ اس موضوع پر دوران گفتگو حدیث پیش نہیں کریں گے کہ میں جانتا نہیں ہوں اور صرف گفتگو میں حوالہ کا دائرہ کار قرآن پاک تک محدود رہے میں نے یہ بات بھی مان لی کہ قرآن کے علاوہ کوئی حوالہ پیش نہیں کیا جائیگا گویا کہ یہ شرط ماننا اصول فن مناظرہ کے یکسر خلاف تھی میں نے اس کو بھی مان لیا مگر اس کا مجھے اس وقت افسوس ہوا جب اس نے تعارف میں اپنا جماعت احمدیہ کا مبلغ ہونا بتایا کہ وہ ایک طویل عرصہ سے تبلیغ احمدیت کا کام کر رہا ہے تاہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور دین حق کی سچائی کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔

میں نے ان سے کہا کہ گفتگو کا آغاز کریں مگر اس کا اصرار تھا کہ میں آغاز کروں مگر میں نے ان سے کہا کہ گفتگو کے آغاز کا حق آپ کا ہے کیونکہ آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے۔ اور ہم بھی ان کا زندہ ہونا مانتے ہیں۔ جب کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ جس کے ہم انکاری ہیں چونکہ آپ ان کی وفات کے مدعی ہو اور مدعی کا حق ہے کہ وہ اپنا دعویٰ پیش کرے اس لئے آپ گفتگو کا آغاز کریں۔ جس کا توڑ میں کر سکا تو فبہا و گرنہ آپ کا دعویٰ سچا۔ جس پر مجبوراً اس نے گفتگو کا آغاز حسب روایت اس آیت سے کیا اذقال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (پ۳ سورہ آل عمران) سے کیا اور اس پر ایک لمبی چوڑی نہ ختم ہونے والی تقریر شروع کر دی اور زور دینا شروع کر دیا کہ "انی متوفیک" کا معنی ہے میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور ساتھ ہی اس نے بخاری شریف کا حوالہ دیدیا کہ بخاری شریف میں بھی اس کا معنی مُمیتک کیا گیا ہے جس کا معنی ظاہر ہے مارنا ہی ہے اور مختلف انداز سے اپنے تئیں بھرپور طریقہ سے جتن کیئے کہ اس کا معنی موت ہی ہے۔ کافی دیر کے بعد گفتگو اختتام کو پہنچی مگر میں نے کہا کہ اس پر آپ کچھ اور بھی فرمانا چاہیں تو آپ بلا روک ٹوک اور بلا جھجھک کہہ سکتے ہیں وقت کا کوئی مسئلہ نہیں میں نے ایک اچھے سامع ہونے کی حیثیت سے اس کی گفتگو کو سنا جوابی کارروائی میں کوئی عجلت نہ کی اور اس کی گفتگو کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ بولتا رہا جس سے محسوس ہو کہ میں اس کی گفتگو کی تائید کر رہا ہوں۔ جب اس نے گفتگو ختم کی تو ایک دفعہ پھر میں نے اُسے کہا اس پر آپ کچھ اور فرمانا چاہیں تو اب بھی آپ کو بلا تکلف اختیار ہے۔

میری خواہش تھی کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اگل دے اور اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے مگر اس نے کہا کہ بس جی میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب آپ فرمائیں۔ میں نے کہا آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ اس نے کہا نہیں جی مجھے کیا اعتراض ہے۔ میں نے کہا میں نے آپ کو گفتگو کے درمیان پریشان تو نہیں کیا اس نے کہا نہیں جی۔ میں نے کہا آپ گفتگو کر کے خوش ہوئے ہیں یا نہیں اس نے کہا میں آج بڑا ہی خوش ہوں۔ کئی علماء سے بات ہوتی ہے مگر مجھے اتنا کھل کر بات کرنے کا موقع کبھی نہیں ملا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں جو کچھ آپ نے کہا ہے آپ کا موقف واضح کرنے کے لیے کافی ہے اس نے کہا جی بالکل واضح طور پر قرآن نے کہہ دیا ہے کہ عیسٰی فوت ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا ابھی جو آپ نے ترجمہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ کہنے لگا وہی جو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ عیسٰی فوت ہوگئے ہیں۔ میں نے کہا اگر یہی آیت جس کو آپ نے اپنے موقف پیش کرنے کیلئے بھرپور انداز میں پیش کیا ہے اپنے معنی کے اعتبار سے آپ کے مخالف ہو جائے تو آپ کو اعتراض تو نہیں۔ کہنے لگا یہ کیسے ہوسکتا ہے اس کا درست ترجمہ وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ میں نے کہا آپ مجھے اجازت تو عنایت فرمائیں کہ میں بھی قرآن کے ان الفاظ سے پوچھ لوں کہ تو خود بتا تیرے معنی کیا ہیں۔ اس نے بڑے بوجھل ہو کر کہا کہ چلو جی آپ اس کا ترجمہ اور معنی کریں جس پر راقم نے کہا کہ جناب میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ جوابی کارروائی بخوشی سننے کیلئے تیار نہیں چونکہ آپ میرے مہمان ہیں اور آپ کو کسی صورت بھی سنجیدہ خاطر دیکھنا نہیں چاہتا اور بے تکلفی سے کچھ اور باتیں کرنا شروع کر دیں تھوڑی دیر بعد اس نے خود ہی کہا کہ مولانا ہم تو آپ سے کچھ سمجھنے کے لیے آئے تھے مگر آپ نے بات ہی ختم کر دی جس پر راقم نے کہا کہ چونکہ آپ میری طرف سے جوابی کارروائی بخوشی سننے کیلئے تیار نہیں ہیں اس لیے میں نے خاموشی اختیار کر لی اسی اثنا میں مدرسہ کے طلبہ کچھ مشروب لیکر آگئے اور میں ان کو پلانے کے ساتھ ساتھ مزاح کا اظہار بھی کرتا رہا۔ چونکہ آپ گفتگو کر کے گرم ہوگئے تھے کچھ ٹھنڈے ہو جائیں میں بات شروع کرتا ہوں اور وہ خوشی خوشی مشروب پینے لگے۔ ان کے مشروب پینے کے دوران میں نے اپنی جوابی گفتگو ترتیب دے لی وہ جب مشروب سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اگر آپ بخوشی اجازت دیں تو میں اپنی بات شروع کروں ان کی طرف سے بخوشی اجازت کے الفاظ سن کر میں نے اپنی گفتگو اس انداز سے شروع کی۔

پہلی بات: آپ نے مجھے پابند کیا تھا کہ میں گفتگو میں حدیث پیش نہیں کرونگا اور صرف قرآنی آیات پر گفتگو میں اکتفا کیا جائے گا جبکہ آپ نے خود بخاری شریف کی حدیث اپنی گفتگو میں حوالہ کے طور پر پیش کر دی ہے جس سے مجھے انکار تو نہیں ہے مگر آپ نے عہد شکنی کی ہے۔

دوسری بات: آپ واقعی جماعت احمدیہ کے مبلغ ہیں تو ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو گرامر کے ساتھ آپکو واقفیت ہو گی (اس نے کہا جی ہاں)

میرا سوال ہے کہ مُتَوَفِّیک میں لفظ متوفی کیا ہے؟ اسم فاعل ہے یا اسم معفول

تیسری بات: متوفی کا آپ نے جو معنی بیان کیا ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہیں یہ حقیقی معنی ہے یا مجازی؟
مرزائی: متوفی اسم فاعل ہے۔ دوسرا یہ کہ متوفی کا معنی وفات ہی ہے جو حقیقی معنی ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے قرآن میں ہی اگر ہمیں حقیقت نہ ملے تو پھر کہاں سے حقیقت تلاش کریں گے

راقم: آپ نے کہا کہ متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے اسی بات سے ہی مسئلہ حل ہوتا معلوم ہو رہا ہے۔ مہربانی فرما کر اس لفظ متوفی کا اسم فاعل کے اعتبار سے لفظی ترجمہ کریں

مرزائی: سنیں میں ترجمہ کرتا ہوں "متوفیک" میں تجھے (اے عیسیٰ) وفات دینے والا ہوں، موت دینے والا ہوں اور موت کے معنی حدیث بخاری نے واضح کر دیئے

راقم: جناب ابھی تک تو لفظی ترجمہ جو کچھ آپ نے کیا ہے اسی کے مطابق ہی بات ہو رہی ہے حقیقی معنی کی طرف میں نہیں جا رہا۔ آپ کے اپنے کیے ہوئے اسم فاعل کے معنی کے مطابق ہی بات کر رہا ہوں آپ نے کیا معنی کیے۔

مرزائی: میں تجھے وفات دینے والا ہوں

راقم: یہ جو آپ نے معنی کیا ہے یہ بالکل سچ ہے ناں؟

مرزائی: بالکل اسم فاعل میں اسکا یہی معنی ہوگا

راقم: ایک اور وضاحت فرمادیں کہ اسم فاعل میں زمانہ کونسا پایا جاتا ہے

مرزائی: اسم فاعل میں تو جناب مستقبل کا زمانہ پایا جاتا ہے

راقم: اچھا پھر آپ اسکا دوبارہ ترجمہ کریں

مرزائی: کوئی حرج نہیں آپ جتنے دفعہ کہیں ترجمہ کرونگا۔

اس کا ترجمہ ہے میں تجھے وفات دینے والا ہوں

راقم: آپ نے فرمایا کہ اسم فاعل میں مستقبل کا زمانہ پایا جاتا ہے تو آپ توجہ فرمائیں مگر ایک سوال کا جواب دیں کہ قرآن پاک اوّل زمانہ سے اب تک سچائی پر مبنی گفتگو کرتا ہے یا زمانہ کے تغیر سے اس کی سچائی میں کوئی فرق پڑجاتا ہے؟

مرزائی: ہاں جناب اوّل زمانہ سے قیامت تک اس میں سچائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

راقم: جناب پھر تو بات واضح ہوگئی کہ قرآن پاک اوّل زمانہ سے آخر تک سچائی ہی سچائی ہے اور اسم فاعل میں زمانہ مستقبل پایا جاتا ہے اور متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے تو بات تو ختم ہوگئی دیکھو آپ کے کئے ہوئے معنی کے مطابق قرآن کہہ رہا ہے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں یا موت دینے والا ہوں جو ایک قسم کا وعدہ ہے اس وعدہ کو اللہ نے کب پورا کیا اس کا ثبوت قرآن سے ابھی پیش کر دیں اور الفاظ ہوں جس کا معنی ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے عیسیٰ کو وفات دے دی یا موت دے دی تو پھر آپ کی بات سچی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اگر نہیں تو جناب آپ نے خود ہی تو فرمایا ہے کہ قرآن سچا ہے اور

قرآن میں لفظ متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے جس میں مستقبل کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے قرآن کے الفاظ پر توجہ فرمائیں تو قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ عیسٰی فوت ہوئے نہیں بلکہ فوت ہونے والے ہیں۔ جیسے آپ ابھی میرے پاس موجود ہیں اور میں آپ سے کہوں کہ آپ جانے والے ہیں اس کا مطلب یہ کب ہے کہ آپ چلے گئے ہیں۔ ایسے ہی اس مذکورہ آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسٰی تو فوت ہونے والا ہے (ابھی فوت ہوا نہیں) اگر آپ کے پاس کوئی قرآنی آیت ہو (جو میرے علم میں نہیں ہے) جس میں اللہ نے ماضی کا صیغہ بول کر فرمایا ہو کہ عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے بڑے زور و شور سے کہا ہے کہ متوفی کا معنیٰ وفات دینے والا حقیقی معنی ہے۔ یا تو آپ لکیر کے فقیر ہیں اور سنی سنائی پر زندگی گزار رہے ہیں اپنی کوئی تحقیق نہیں یا تجاھل سے کام لے رہے ہیں۔ یہ کس نے کہا ہے کہ متوفی کا حقیقی معنی وفات ہی ہے۔ اب آئیے قرآن کی ایک دوسری آیت سے وضاحت کرالیں کہ متوفی میں موت وفات کا معنی کرنا درست ہے یا نہیں۔ یہ دیکھو چوتھا پارہ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۵ الفاظ ہیں تو فون اجورکم یوم القیمۃ ترجمہ (اس کا آپ ترجمہ کریں، اس نے کہا آپ خود ہی کریں جی ہمیں اعتماد ہے)

چلو سنو اگر اعتراض ہو تو بول دینا ترجمہ ہے: "تمہیں پورے بدلے ملیں گے یا اجر دیئے جائیں گے قیامت کے دن" اس آیت میں لفظ "توفون" اور "متوفی" میں صرف فرق یہ ہے کہ وہ مضارع ہے اور متوفی اسم فاعل ہے۔ ایک ہی باب ہےاور ایک ہی مادہ ہے۔ اگر آپ کے بتائے ہوئے معنی کے مطابق ترجمہ کریں تو ترجمہ کچھ اس طرح ہوگا "مار دیئے جائیں گے قیامت کے دن تمہارے اجر" تو پھر توجہ طلب بات یہ ہے کہ اگر ہمارے قیامت کے دن اعمال ختم ہو جائیں گےاور پھر مار دیئے جائیں گے تو ہماری تو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

دوسری آیت..... وھوالذی یتوفکم باللیل: اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے..... "وہی ہے اللہ جو رات کو تمہیں سلا دیتا ہے" (سورۃ انعام آیت ۶۰) اس جگہ بھی وہی بات ہے جو پہلے گذری کہ متوفی کا مادہ اور یتوفّی کا مادہ باب ایک ہے فرق صرف یہ ہے کہ متوفی اسم فاعل ہے یتوفی فعل مضارع ہے۔ معنی اس آیت میں اگر آپ کے خیال کے مطابق کریں تو معنی اس کا کچھ اس طرح بنے گا کہ "اللہ وہ ذات ہے جو رات کو تمہیں مار دیتا ہے" اگر یہی معنی ہیں تو پھر دوبارہ اٹھنا تو قیامت کے دن ہو گا۔ جب کہ ہم سب کے سب رات کو مرتے ہیں اور مرنے کے بعد صبح اٹھتے ہیں اور یہ عمل ہزاروں دفعہ ہو چکا ہے جو خلاف حقیقت ہے۔ جبکہ آپ زور دے کر فرما رہے ہیں کہ متوفی کا معنی وفات دینا ہی حقیقی معنی ہے۔ برائے مہربانی کوئی ایسا حل نکالیں کہ آپ کے بتائے ہوئے ترجمہ کے مطابق ان دونوں آیات کا ترجمہ درست ثابت ہو جائے جو کسی صورت نہیں ہو سکتا۔

میری گفتگو جاری تھی کہ درمیان میں ہی کہنے لگا کہ وہ جو آیت ہے چوتھے پارے میں وما محمد الارسول قد

خلت من قبلہ الرسل اس آیت سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال اور موت پر استدلال کیا اور اس میں ہے قد خلت من قبلہ الرسل کہ آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو گئے ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی تو آپ سے پہلے گزرے ہیں۔ ظاہر ہے جیسے آپ سے پہلے باقی تمام رسول فوت ہو گئے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی پہلے رسولوں میں شامل ہیں وہ بھی فوت ہو گئے۔

میں نے نہایت ہی تحمل کا مظاہرہ کیا اور مسکراتے ہوئے پوچھا کہ جناب متوفیک والی آیت پر مفیری ساری گفتگو کو آپ نے بڑے اچھے انداز سے ہضم کیا (ماشا اللہ) آپ کا ہاضمہ بڑا تیز ہے جس پر وہ بھی ہنس پڑا۔ میں نے کہا کہ جناب اس آیت کے بارے عرض کرتا ہوں مگر پہلی آیت کے بارے جو گفتگو ہوئی ہے اس کو آپ نے ماننے یا نہ ماننے کے بارے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آگے چلنے لگے، جس کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے سامنے کوئی بات ہوئی ہی نہیں بلکہ اصرار کرنے لگا کہ جناب اس آیت کو تو سیدنا ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر صحابہ کے سامنے پیش کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی سارے کے سارے رسول فوت ہو گئے ہیں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی تو پہلے کے رسول ہیں۔

باوجود یہ کہ پہلی آیت پر جو کچھ پیش کیا گیا گفتگو میں جیت اور برتری کیلئے کافی تھا مگر میں نے فن مناظرہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کے اصرار پر اس دوسری آیت جو اس نے وفات مسیح پر پیش کی اس کا جواب دینے کیلئے تیار ہو گیا۔

راقم نے کہا جناب آپ نے دوسری دفعہ عہد شکنی کی ہے۔ آپ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ درمیان گفتگو حدیث نہیں پیش کی جائے گی جبکہ آپ نے اب پھر حدیث کے مفہوم کا سہارا لیا جبکہ قرآن میں کہاں ہے کہ اس آیت سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر استدلال کیا اس کا تعلق تو حدیث سے ہے۔

چلو میں اس بات کو چھوڑتا ہوں اور الجھاؤ پیدا نہیں کرتا۔ آپ فرمائیں اس آیت میں وہ کونسا لفظ ہے جس کا معنی موت ہے۔ بڑی ہوشیاری سے کہنے لگا یہ دیکھو لفظ ہے "خلت" جس کا معنی تمام علماء نے موت ہی کیا ہے۔ میں نے کہا کہ جناب بات میرے ساتھ ہو رہی ہے اور آپ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں قرآن سے ہی استدلال کروں گا اور حدیث پیش نہیں کروں گا۔ جبکہ آنجناب کے لیے راہیں کھلی ہیں۔ علماء نے معنی کیا ہے، میں کیا کروں۔ اس محفل میں آپ میرے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں اگر میں حدیث نہیں پیش کر سکتا تو آپ کن علماء کی بات کرتے ہیں۔ کیا انکی بات حدیث کے مقابلہ میں زیادہ وزنی ہے۔ میری طرف توجہ فرمائیں کہ قرآن میں لفظ "خلت" کسی جگہ پر دکھا دیں کہ اس کا معنی موت ہو۔ اس پر راقم نے دو آیات پیش کر دیں۔

(۱) واذاخلوالی شیطینھم (پ ۱ سورۃ بقرہ)

(۲) تلک امۃ قد خلت

اسی طرح کسی اور جگہ پر یہ لفظ موجود ہو اور موت کا معنی ہو تو بتائیں۔ اس پر وہ ہنس دیا اور ساتھ والے

سے کہنے لگا کہ ہم تو مولوی صاحب کو پھنسانے کیلئے آئے تھے اور خود پھنس گئے اور ساتھ ہی شکریہ کے الفاظ ادا کرنے لگا کہ جناب چھوڑیں جی بحث مباحثہ کو۔ آپ کی گفتگو نے ہمیں بڑا متاثر کیا ہے۔ ماشاء اللہ اور تعریفی کلمات کہنے شروع کر دیئے۔ (جس کا تحریر کرنا مناسب نہیں ہے) اور اصرار کرنے لگا کہ جناب مہربانی فرمائیں حیات مسیح سمجھا دیں۔ میں نے مختصر سا جواب دیکر ٹالنے کی کوشش کی کہ جناب آپ فرمائیں کہ کیا سیدنا عیسٰی علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے۔ اس نے کہا ہاں۔ راقم نے کہا وہ بچپن سے جوانی تک زندہ رہے تھے۔ اس نے کہا ہاں۔ راقم نے کہا ان کے زندہ ہونے تک آپ متفق ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ تم کہتے ہو وہ فوت ہو گئے، ہم انکاری ہیں۔ آپ بڑی کوشش کے باوجود ان کی وفات ثابت نہ کر سکے تو آپ کا دعوٰی وفات مسیح ختم ہو گیا تو ہمارا انکار برقرار رہا۔ حیات مسیح ثابت ہو گئی اس میں بحث کی کیا ضرورت ہے۔

مگر ابھی تک انکے اندر کی خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی وہ مختلف سوال کر کے مجھے الجھانا یا پھنسانا چاہتے تھے اور اصرار کرنے لگے کہ نہیں جی کچھ وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمائیں۔

چنانچہ راقم نے اسی کی پیش کی ہوئی آیت تلاوت کی اور حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو شروع کر دی۔ تقریباً آدھا پون گھنٹہ گفتگو میں میری کوشش رہی کہ جچی تلی گفتگو ہو کہ اس کو سوال کرنے کا موقع نہ ملے۔ اس آیت کا ترجمہ کر کے، سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر بات کو آگے بڑھایا۔ گفتگو اختتام کے قریب ہی تھی کہ اس نے چالاکی سے ایسا سوال داغ دیا جس کے ردعمل میں اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل تھا۔ اپنے ساتھ والے سے کہنے لگا یہ سب کچھ تو مولویوں کی ھیرا پھیری کے انداز ہیں۔ اپنی مرضی جو چاہیں معنی کر دیں۔ مگر میں نے توفیق الٰہی سے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی جوابی پٹخنی دی کہ وہ اپنے آپکو سنبھال نہ سکا اور چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کے کئے ہوئے اعتراض کے مقابلہ میں ایسا سوال اس کے گلے میں ڈالا کہ اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ (جسکا تذکرہ اور محفل میں انشاء اللہ کرونگا) اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ٹوٹی پھوٹی معلومات کے مطابق اسی ایک آیت پر ہی ساری گفتگو اختتام کو پہنچی تو راقم نے کہا کچھ اور ضرورت ہو تو عرض کروں یا آج اتنا کافی ہے۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا کہ جناب آپ کی گفتگو میں بہت سی باتیں اچھے انداز سے سننے کو ملیں۔ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہوں اور ادھر صبح نو بجے سے اب ۱۲ بجنے کو تھے اس تحریر میں آئی گفتگو کے علاوہ بھی بہت سی باتیں اس عنوان پر باہمی ہو چکی تھیں گو کہ وہ دشمن تھا مگر ظاہری ہی کہہ لیں اچھا تاثر چھوڑ کر اجازت چاہنے لگا۔ راقم باہر تک انکو الوداع کرنے کی غرض سے ساتھ ہو لیا مگر جاتے جاتے کہنے لگا کہ آپ کی باتیں سنجیدہ اور وزنی تھیں۔ بہت باتیں سمجھ میں آئیں کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے پاس چلے گئے یا عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلالیا یا اٹھالیا۔ بس ایک بات اگر آپ قرآن پاک سے دکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہیں تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اور قسمیں اٹھانے لگا کہ میں احمدیت سے تائب ہو کر بقیہ زندگی اپنے سابقہ کئے کی تلافی کیلئے وقف کرونگا اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ احمدی لوگ غلط ہیں۔ راقم نے اس کا دامن پکڑا کہ آؤ واپس چلیں دومنٹ کی بات ہے اگر قرآن کی زبانی یہ ثابت نہ

کر سکوں کہ اللہ تعالی آسمان پر ہے تو ابھی آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں مگر وہ پھر ملاقات کا وعدہ کر کے اجازت چاہنے میں کامیاب ہو گیا۔ دو سال گزر گئے ابھی اپنے کیے ہوئے وعدہ پر واپس نہیں آسکا کہ میں اس کو قرآن کی زبانی اللہ تعالی کا آسمان پر ہونا بتاؤں۔ کبھی کبھی راہ چلتے ملتا ہے، میں کئی دفعہ اس سے کہہ چکا ہوں کہ کہاں گیا وہ آپ کا جذبہ فکر آخرت؟ آپ کوئی پروگرام بنائیں میں آپ کو آپ کی فرمائش کے مطابق اللہ تعالیٰ کا آسمان پر ہونا قرآن میں دکھاؤں مگر وہ تعریفی کلمات ہی کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ حتی کہ میں نے ایک دفعہ اسکا گریباں پکڑا اور اس سے میں نے کہا کہ آخر مر جانا ہے۔ قیامت کے دن تیرا عذر نہ رہے کہ اس مولوی نے میری تشفی نہیں کرائی ورنہ میں مسلمان ہو جاتا۔ میری تعریف بھی کرتا ہے، میری بات کو سراہتا بھی ہے، مشکور ہوتے ہوئے تھکتا نہیں مگر کیا بات ہے سچائی کو دیکھ کر ماننے کو تیار نہیں۔ اس کا جواب اسکی خاموشی کے علاوہ اسکے پاس نہیں ہے۔ جس سے قرآن کی آیت ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ کا مفہوم واضح سمجھ آتا ہے۔ بات کرنے کا تیز طرار ہے، بات سے بات نکالنا اسکا کمال ہے، اس سے بعد میں مختلف جگہوں پر کئی دفعہ کئی موضوعات پر گفتگو کر چکا ہوں۔ پرفریب گفتگو کرنے کا زبردست ماہر ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلی گفتگو کے باعث اتنا مرعوب کر دیا ہے کہ اس کی تیزیاں، پھرتیاں اور عیاریاں جواب دے چکی ہیں۔ اب جب کبھی ملاقات ہوتی ہے راقم چاہے بھی تو گفتگو کرنے سے گریز کرتا ہے اور اکثر ایک ہی بات کہتا ہے کہ آپ کبھی مجھے وقت دیں، میرے گھر تو تشریف لائیں، خدمت کا موقع بخشیں، میں آپ کی خدمت کرنا اپنے لیے سعادت مندی سمجھتا ہوں۔ میں اُسے دیکھتا ہوں تو دکھ ہوتا ہے کہ یہ اپنی گمراہی کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنے گا۔ خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کرتا ہوں یا اللہ اس شخص سمیت تمام مرزائی گروہ کو ہدایت عطاء فرما دے اور ان کے دلوں پر پڑے تالے کھول دے۔ (آمین)

بقیہ از ص 52

"مولانا ظفر علی خان کی آپ بیتی" دراصل ایم اے اردو کا مقالہ ہے جو رابعہ طارق کی تحقیقی کاوش ہے۔ انہوں نے مختلف کتابوں، رسائل و جرائد اور خود مولانا کے مضامین سے یہ آپ بیتی مرتب کی ہے۔

حواشی اور تعلیقات اس پر مستزاد ہیں۔ محترم زاہد منیر عامر (شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اور نٹیل کالج لاہور)؟ نے انتہائی جامع پیش نامہ لکھا ہے۔ کتاب میں غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک کے ساتھ مولانا ظفر علی خان کے مجادلوں کی بازگشت بھی موجود ہے۔ کتاب انتہائی دلچسپ، معلومات افزاء اور تحقیقی کاوش ہے اور مولانا پر شائع ہونے والی کتب میں خوبصورت اضافہ ہے۔ اسے ندوۃ المعارف لاہور کے مدیر محترم شبیر احمد خان میواتی نے شائع کیا ہے۔ جو خود ایک باذوق قاری ہیں اور یہ ان کا دلچسپ موضوع ہے۔